طعام پر دعا مانگنا

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

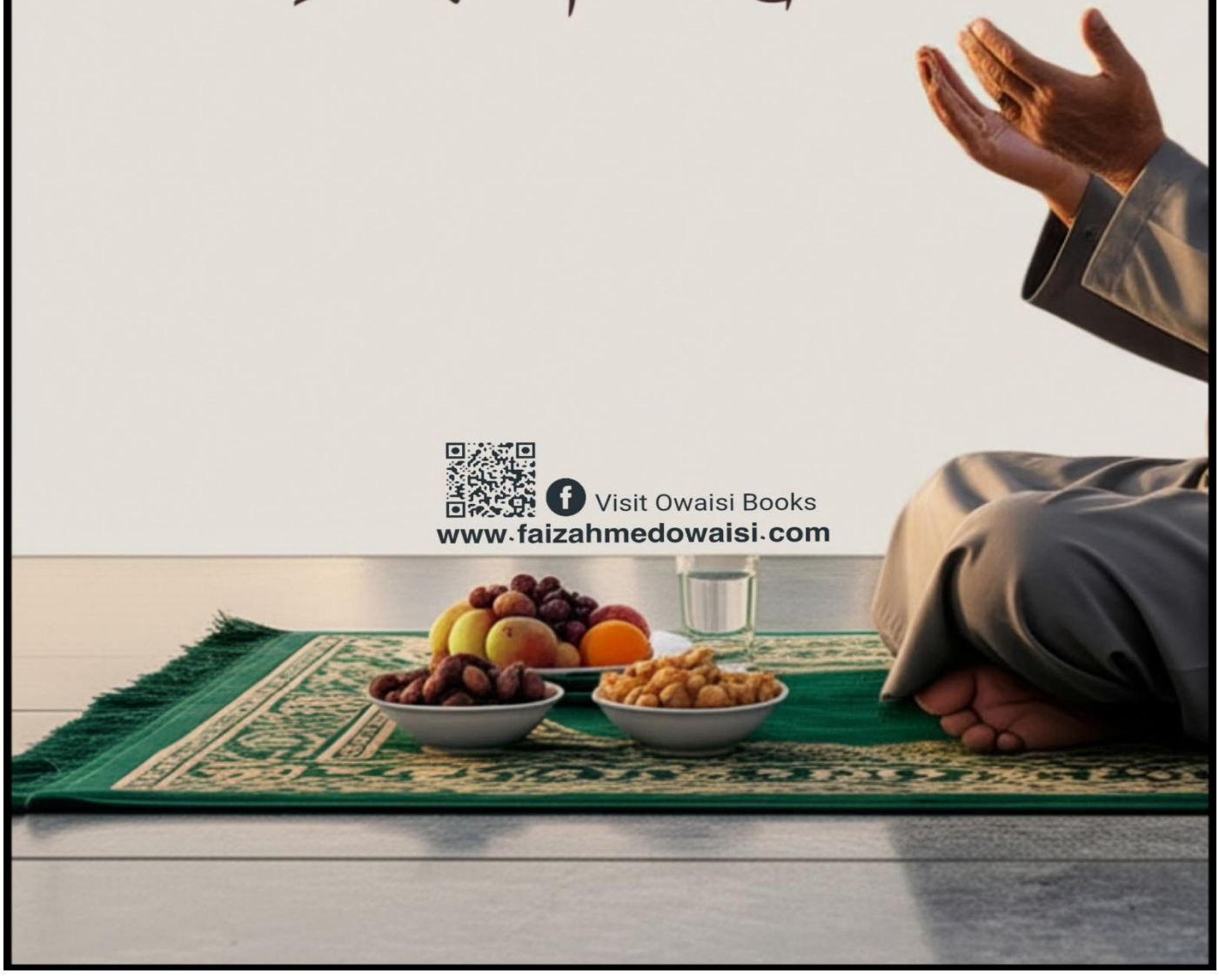

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

نجدی تحریک سے متاثر ہو کر لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ برسوں سے جو امور (کام) مشائخ اور علماء میں مروج (رائج) ہیں وہ بقول وہابی نجدی بدعت ہیں، حالانکہ بدعت وہ ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث کے اصول کے سراسر خلاف ہو، اور بفضلہٖ (اللہ کے فضل سے) تعالٰی ہمارے مشائخ کرام وعلمائے عظام نے اپنے جملہ مسائل ومراسم (رسوم) اصولِ قرآن وحدیث کے عین مطابق رکھے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں یہ طریقہ جاری ہے کہ صلحاء (نیک لوگ) اور فقراء کے سامنے کھانوں اور طعاموں کو رکھتے ہیں اور اُن سے یہ کہتے ہیں کہ اِن طعاموں پر دعاے برکت فرما دیں، تاکہ اللہ تبارک وتعالٰی ان طعاموں کی مقدار پر برکت فرمائے، تاکہ مسلمان اس سے بہرہ مند (فائدہ اٹھانے والے) اور نفع یاب (فائدہ پانے والے) ہوں اور ان سے کثیر ثوابِ آخرت حاصل ہو۔ اور یہ بھی دعا فرمائی جاتی ہے کہ ان طعاموں کا ثواب اللہ تبارک وتعالٰی ہماری اموات کو عطا فرما دے۔ آیا ان طعاموں کو صلحاء کے پاس دعاے برکت کے لیے حاضر کرنا اور ان سے برکت منگوانا، اور اُن صلحاء کا ان طعاموں پر دعاے برکت پڑھنا، اور نیز ان صلحاء سے یہ دعا منگوانا کہ ان طعاموں کا ثواب ہماری اموات کو اللہ تبارک وتعالٰی پہنچا دے جائز ہے۔ یاد رہے کہ اِن امور کو نہ فرائض اور نہ واجبات سے سمجھتے ہیں، اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بغیر اس طرزِ خاص کے دعا اور خیرات قبول نہیں ہوتی، بلکہ ان امور کو مستحبات اور مستحسنات (پسندیدہ امور) میں سے سمجھتے ہیں۔ یہ سب جائز ہے، کیونکہ شریعتِ مطہرہ کا قانون ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو عمل ثابت ہو، وہ اپنے تمام مناسب امور کو ثابت کرتا ہے۔

احادیث: یہ امور کل (سب) مستحبات اور مستحسنات (پسندیدہ امور) میں سے ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ تبوک میں صحابۂ کرام کو بھوک پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے عرض کیا: یارسولَ اللہ ﷺ! جتنی زاد (سفر کا زادِ راہ) اور طعام (کھانا) ان لوگوں کے پاس ہے منگوایئے اور طعاموں پر ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمایئے۔ تو رسولُ اللہ ﷺ نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ کی عرض منظور فرمائی۔ پہلے چمڑے کا البساط (قالین یا بچھانے کا کپڑا) طلب فرما کر بچھایا، پھر جتنی طعام جو صحابۂ کرام کے پاس باقی بچی تھی، حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے طلب فرمائی۔ یہاں تک کہ کسی نے مٹھی بھر چنا اور کسی نے چھوہارے اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لا کر موجود کیا۔ یہاں تک کہ اُس بساط میں قلیل (کم) طعام جمع ہوا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اُسی طعام پر برکت کی دعا فرما کر یہ حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا توشہ دان بھرے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ غزوةِ تَبُوك أصابَ النَّاس مجاعةٌ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ: نعم قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبُسِطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ شَيْءٌ يَسِيرٌ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوا فِي أوعيتكم .[1] (الحديث)

---

[1])(مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل ، باب في المعجزات، الفصل الأول، 3/ 1660، الحديث 5912ـ(45)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

(مسند الإمام أحمد، باقي مسند المكثرين، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، 3/ 11، الحديث10696، دار إحياء التراث العربي، 1414هـ/ 1993م)

فوائد: ثابت ہوا کہ حضرت عمر نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے طعام پر مسلمانوں کے لیے برکت کی دعا منگوائی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن طعاموں پر دعاءِ برکت پڑھی۔

۲۔ طعاموں کو مسلمانوں نے بوقتِ دعا برکت رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا تھا۔

۳۔ جن طعاموں پر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دُعا برکت سامنے فرمائی تھی وہ مختلف قسم کے طعام تھے، لہٰذا اگر دعا کرنے والے کے سامنے مختلف قسم کے طعام رکھے جائیں اور اُس سے دعائے برکت منگوائے۔ تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

حدیث ۲: ترمذی میں حدیثِ مرفوع وارد ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضیَ اللہُ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر کیے گئے اور عرض کیا: یارسولَ اللہ ﷺ! اس میں میرے لیے دعاے برکت فرمایئے۔ تو رسولِ اکرم ﷺ نے چھوہاروں کو جمع کیا اور میرے لیے اُن چھوہاروں میں دعاے برکت فرمائی، اور میں نے خود بھی کھائے اور لوگوں کو بھی فی سبیلِ اللہ کھلائے۔ [2]

فائدہ: شریعتِ مطہرّہ کا قاعدہ ہے کہ جس عمل میں کوئی قید نہ ہو وہ حکم عام رہتا ہے، اِن روایات سے طعام وغیرہ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا مانگنا پھر اُسے غُرباو مساکین وغیرہم پر تقسیم کرنا ثابت ہوا۔

سوال: بریلویوں کا طریقہ ہے کہ عام طعام پر برکت کی دعا پڑھتے ہیں، اور گزشتہ حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے جن طعاموں پر برکت کی دعا پڑھی، وہ میّت کے طعام نہ تھے۔ لہٰذا مثبت مدّعی وہ حدیث ہوگی جس سے یہ ثابت ہو کہ سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے ضیافت (مہمان داری) کے طعام پر برکت کی دعا پڑھی ہو۔

جواب: بروایتِ بخاری اور مسلم، صحیح حدیث وارد ہے کہ جابر رضیَ اللہُ عنہ نے یومِ خندق میں سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت (مہمان داری) کی تھی۔ اور جابر رضیَ اللہُ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوشیدہ طور پر سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ گھر والی نے ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو) جو کا آٹا پیسا ہے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے، آپ چار آدمیوں کے ساتھ تشریف لایئے۔ جناب رسولِ اکرم صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے سب اہلِ خندق کو بلا لیا اور فرمایا کہ جابر نے ضیافت کی ہے۔ حضرت جابر رضیَ اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں، ہانڈی اُبال سے نہ اتارنا اور ہرگز روٹی نہ پکانا۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ جب حضرت سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اُن کے سامنے آٹا رکھا، تو جناب سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں اپنا آبِ دہنِ مبارک (لعابِ دہنِ مبارک) ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، اور ہانڈی میں بھی ایسے ہی کیا۔ یہ تو ضیافت ہے ہی، اور ہم نے اوپر اس کا عموم (عام قاعدہ) ثابت کیا ہے۔ [3]

(دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة تبوك، باب سبب تسمية غزوة تبوك بالعسرة وما ظهر بدعاء النبي صلى الله عليه وسلم، 5/ 227، الحديث13135، دار الكتب العلمية، 1408 هـ - 1988 م)

[2])(سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب أبي هريرة رضي الله عنه، 5/ 644، الحديث3839، دار الكتب العلمية)

[3])(صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، 4/ 1506، الحديث3876، دار ابن كثير، 1414هـ/ 1993م)

لطیفہ: ایک طرف مخالفین، طعامِ میّت (میت کے لیے تیار کیا گیا کھانا) کو ضیافت (مہمان داری) میں شامل کر کے حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں، اور دوسری طرف ضیافت کے لیے ہم دعاے برکت ثابت کرتے ہیں، تو بھی انکار! حالانکہ طعامِ میّت ضیافت بھی نہیں۔ بہر حال، طعام پر دعا ثابت ہے، خواہ ضیافت ہو یا خیرات۔

برائے میت: عُجوبہ (حیرت کی بات)، جب مخالفین مانتے ہیں کہ میّت کو ثواب پہنچانے کے لیے طعام پکا کر غرباء و مساکین (غریب اور محتاج) میں تقسیم کرنا جائز ہے، تو پھر اس پر دعا مانگنے سے کیوں ڈرتے ہیں؟

سوال: اس گزشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے کچے آٹے پر دعاے برکت فرمائی ہے، اور یہاں پکی پکائی روٹی پر دعاے برکت کی جاتی ہے۔ آیا اس کا بھی کسی حدیث سے ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: حدیثِ صحیح سے اس کا بھی ثبوت ہے اِس لیے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پکی پکائی روٹی پر بھی دعا برکت فرمائی ہے چنانچہ حدیثِ صحیح بروایتِ بخاری اور مسلم وارد ہے اور قصہ اس کا طویل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اُمِّ سُلَیم رضیَ اللہُ عنہا کے یہاں سے سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کچھ روٹی، جو کی ضیافت (مہمان داری) کے لیے مہیا کی گئی تھی، تو بوقتِ تشریف لانے حضرت صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کے گھر میں، حضرت صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ "اے اُمِّ سُلَیم! حاضر کر اس روٹی کو"۔ انہوں نے حاضر کیا اور اُس پر سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے دعاے برکت پڑھی۔ بعدہٗ سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے اور لوگوں نے بھی تناول فرمایا۔ اور وہ حدیث یہ کہ قدرِ ضرورت نقل کرتا ہوں:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هلمي ما عندك يا أم سليم فأتت بذلك الخبز فأمر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ففت وعصرت عليه أم سليم عكة لها فأدمته ثم قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله أن يقول"[4]

اور بعض روایتوں میں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کی جگہ یہ ہے: "بسم الله اللهم أعظم فيها البركة "[5] یعنی "اے اللہ! اس میں برکت بڑھا دے"۔ نیز بروایتِ مسلم وارد ہے کہ بعد ضیافت کھانے کے جو روٹی بچی تھی، حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ وآلہ وسلم نے جمع فرما کر دعاے برکت فرمائی۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ بقدر ضرورت نقل کی جاتی ہے: "ثم أخذ ما بقي فجمعه ثم دعا فيه بالبركة"[6]

سوال: یہاں جو برکت کے ساتھ ثواب کی دعا مانگتے ہیں، آیا برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینے پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

(صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك وبتحققه تحققا تاما واستحباب الاجتماع على الطعام، 3/ 1611، الحديث2039، دار إحياء الكتب العربية)

[4])(صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب إذا حلف أن لا يأتدم فأكل تمرا بخبز وما يكون من الأدم، 6/ 2461، الحديث2040، دار ابن كثير،1414هـ/ 1993م)

(صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك وبتحققه تحققا تاما واستحباب الاجتماع على الطعام، 3/ 1612، الحديث2040، دار إحياء الكتب العربية)

[5])(مسند الإمام أحمد، باقي مسند المكثرين، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، 3/ 242، الحديث13135، دار إحياء التراث العربي،1414هـ/ 1993م)

[6])(مسند الإمام أحمد، باقي مسند المكثرين، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، 2/ 421، الحديث9170، دار إحياء التراث العربي،1414هـ/ 1993م)

(المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه محمد، محمد بن عيسى بن شيبة المصري، 7/ 251، الحديث6481، مكتبة المعارف، 1405هـ/ 1985م)

جواب: برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینے پر، از روئے شرعِ شریف (شرعی اصول کے مطابق)، ہوتا ہے۔ چنانچہ **مجمع البحار** میں مسطور ہے:

"اللّٰهُمَّ بارِك لنا فی ثمارنا الخ البركة تكون بمعنى النماء والزيادة وتكون بمعنى البقاء واللزوم ، وهي يحتمل على بَرَكة الدنيوية انتهى"[7]

سوال: تسلیم کیا کہ پہلی حدیثوں سے صلحاء (نیک لوگوں) سے دعاے برکت کا منگوانا اور طعاموں کو بوقتِ دعائے برکت حاضر کرنا، احادیثِ گزشتہ سے ثابت ہوتا ہے، مگر یہ کہنا صلحاء سے کہ "تم دعا کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان طعاموں کا ثواب ہماری اموات کو عطا فرمادے" آیا یہ بھی از روئے شرعِ شریف جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حدیثِ مرفوع بروایتِ **ترمذی** وارد ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو، اور وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے، جو کہ اللہ کے بندوں میں کسی ایک بندے کو ملے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں۔ چونکہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے مومنین و مسلمین طلب کی ہے، تو اوروں کے لیے بطریقِ اولیٰ مستحب ہوگی۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ بقدرِ حاجت نقل کی جاتی ہے:

"سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ"[8] (الحدیث)

سوال: یہ طریقہ کہ جس مجلس میں اموات کے لیے دعا کرتے ہیں، تو اس مجلس میں سورۂ اخلاص، سورۂ فاتحہ، اور درود شریف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھتے ہیں، مگر ان امور کو بالخصوص فرائض اور واجبات سے نہیں سمجھتے اور نہ عمل میں مانندِ فرائض اور واجبات ادا کرتے ہیں آیا یہ ہمہ عقائد یہ دعا اور یہ عمل از روئے شرعِ شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب: یہ سب جائز اور مستحبات (پسندیدہ اعمال) میں سے ہیں، اِس لیے کہ حدیثِ مرفوع بروایتِ **ترمذی** وارد ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ ہو، تو وہ مجلس ناقص ہے۔ اور سورۃ **قُلْ هُوَ اللهُ** (سورۃ اخلاص) اور **اَلْحَمْدُ** (سورۃ فاتحہ) میں بھی اللہ کا ذکر ہے، لہٰذا ان دونوں کو مجلسِ دعاے اموات میں درود شریف کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ، إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ تِرَةً، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ.[9]

ترجمہ: کوئی قوم ایسی مجلس میں نہ بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجے، مگر وہ مجلس ان پر وبال بن جاتی ہے؛ پھر اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف کردے۔

---

[7] مختلف الفاظوں کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں یہ موجود ہے۔
(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب بركة صاع النبي صلى الله عليه وسلم ومده، 11/ 248، دار إحياء التراث العربي)
(جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ما جاء في صفة فاكهة رسول الله صلى الله عليه وسلم، 1/ 299، دار الأقصى)
(ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے برکت عطا فرما۔ برکت نمو (بڑھوتری) اور زیادتی کے معنی میں بھی آتی ہے، اور ثبات (پائیداری) اور لزوم کے معنی میں بھی۔ یہ دنیاوی برکت کو بھی شامل کرتی ہے۔) (نوری)

[8] (سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل النبي صلى الله عليه وسلم، 5/ 548، الحديث3614، دار الكتب العلمية)

[9] (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء في القوم يجلسون ولا يذكرون الله، 5/ 430، الحديث3614، دار الكتب العلمية)

سوال: اس حدیثِ ترمذی سے فقط اللہ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور الحمد شریف کی تخصیص نہیں ہے اور یہاں بالخصوص الحمد للہ پڑھتے ہیں؟

جواب: سائل کا سوال خوب زیرِ نظر رکھنا چاہیے کہ اُس نے بالخصوص الحمد للہ فرض اور واجب نہیں سمجھی ہے بلکہ الحمد للہ کا پڑھنا مستحبات میں سے سمجھا ہے اور اس میں شرک نہیں ہے کہ بالخصوص الحمد للہ پڑھنا مستحبات میں سے ہے، اِس لیے کہ ترمذی میں حدیثِ مرفوع بروایت جابر بن عبد اللہ وارد ہے کہ "الحمد للہ" افضل دعا ہے اور یہاں بھی دعا کا مقام ہے لہٰذا "الحمد اللہ" بالخصوص پڑھتے ہیں اور مستحب بھی سمجھتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے:

"سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا الله، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لله."[10]

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا الله" ہے اور بہترین دعا الْحَمْدُ لله ہے۔ اور چونکہ یہاں بھی دعا کا مقام ہے لہٰذا خاص الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

سوال: اس حدیث ترمذی سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ یعنی دونوں لفظوں کا پڑھنا مستحب ہے اور یہاں "الحمد للہ" آخیر میں یعنی "ولا الضالین" تک پڑھتے ہیں۔

جواب: اول تو تسلیم نہیں ہے کہ اِس حدیث میں صرف دو لفظ مراد ہیں بلکہ "الحمد للہ" اخیر تک مراد ہے یعنی "و لا الضالین" تک چنانچہ مرقات میں اِس حدیث کے تحت مسطور (لکھا) ہے:

"وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ قَوْلُهُ: الْحَمْدُ للهِ مِنْ بَابِ التَّلْمِيحِ وَالْإِشَارَةِ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} [الفاتحة: ٦] وَأَيُّ دُعَاءٍ أَفْضَلُ وَأَكْمَلُ وَأَجْمَعُ مِنْ ذَلِكَ"[11]

اور بر تقدیرِ تسلیم یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ چونکہ سورۃ فاتحہ دراصل دو حصوں پر مشتمل ہے: اللہ کا ذکر، اپنے نفس کے لیے دعا، چنانچہ "الحمد للّٰہ" سے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" تک اللہ کا ذکر ہے، اور "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے آخر تک دعا ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے کا جواز مجلسِ دعاے اموات میں ہے، اور بالخصوص "الحمد للّٰہ" پڑھنا یہ دونوں امور پچھلی حدیثِ ترمذی سے ثابت ہیں۔ چونکہ یہاں اموات کے لیے دعا کی جاتی ہے، اور صحیح حدیثِ مرفوع بروایت ترمذی میں آیا ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے اپنے لیے دعا فرماتے تھے، پھر دوسروں

---

[10])(سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، 5/ 432، الحديث3383، دار الكتب العلمية)

[11])(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب أسماء الله تعالى ، ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، 4/ 1599، الحديث2306، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

کے لیے دعا کرتے تھے، لہٰذا یہاں بھی دعائے اموات سے پہلے اپنے لیے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے آخر تک دعا کی جاتی ہے، پھر اموات کے لیے دعا مانگی جاتی ہے، تاکہ یہ عمل حدیث کے موافق ہو۔ حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَدَعَا لَهُ بَدَأَ بِنَفْسِهِ[12]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی کا ذکر کرتے تھے اور اُس کے لیے دعا فرماتے تھے، تو اول اپنے نفس سے دعا کو شروع کرتے تھے، لہٰذا فاتحہ کا پڑھنا اخیر تک جائز اور مستحب ہے چونکہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے اخیر تک اپنے نفس کے لیے دعا کرنا منظور ہے، لہٰذا اس دعا کے بعد درود شریف پڑھنا بھی مستحبات اور ضروریات سے ہے چنانچہ ترمذی میں وارد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دعا مابین زمین و آسمان کے موقوف رہتی ہے اور آسمان کی طرف نہیں چڑھتی ہے جب تک درود نہ بھیجا جائے اوپر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ کہ علم کے، اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[13]

اب مجلس دعائے اموات میں سورہ اخلاص اور سورہ فاتحہ اور درود شریف کا پڑھنا اِن احادیثِ گزشتہ سے بخوبی ثابت ہوا، اور جو ان احادیثِ گزشتہ سے منکر ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال: حَرَمَین کے نجدی اماموں کو دیکھ کر دعاؤں کے وقت ہاتھ نہ اُٹھانے کے متعلق عوام سے سوال کیا جاتا ہے کہ یہ بدعت (نئی ایجاد شدہ بات) ہے۔ آیا کوئی ایسی حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عموماً (عام طور پر) یہ حکم فرمایا ہو کہ جب کوئی تم اللہ سے سوال کرو تو ہاتھ اُٹھا کر سوال کرو؟ تاکہ ہم یہ سمجھیں کہ بروقت (اسی وقت) حاضر کرنے والے طعام (کھانے) پر دعا برکت (برکت کی دعا) کے لیے، اور ایصالِ ثواب (ثواب پہنچانے) کی نیت سے اس طعام کے اموات (مرحومین) کے لیے دعا کرنے میں بھی ہاتھ اُٹھانا اُس حکمِ عمومی (عام حکم) میں داخل ہے۔

جواب: جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً حکم فرمایا ہے کہ جس وقت تم سوال کرو اللہ سے، تو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو، نہ اُلٹی سے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ بروایت ابو داؤد وارد ہے:

"عَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ، وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا"[14] (الحدیث)

اب اس حدیث سے عموماً ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت بندہ اپنے اللہ سے سوال کرے، تو سیدھے ہاتھ اٹھا کر سوال کرے، اور اس حدیث میں تخصیص کسی وقت کی نہیں ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ اُٹھا کر بوقتِ دعائے برکت (کھانے پر برکت کی دعا) کے سوال کرنا ناجائز ہے، اگر یہ لوگ جواب میں یہ

---

[12])(سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن الداعي يبدأ بنفسه، 5/ 432، الحديث3385، دار الكتب العلمية)

[13])(سنن الترمذي، كتاب الصلاة، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، 2/ 356، الحديث486، دار الكتب العلمية)

[14])(سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الوتر، باب الدعاء، 2/ 78، الحديث1486، المكتبة العصرية)

کہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً فرمایاہے کہ "كل بدعة ضلالة"[15](ہر بدعت گمراہی ہے)، اور ہاتھ اٹھانا بھی بوقتِ دعائے برکت بدعت ہے، لہٰذا ضلالت(گمراہی) میں داخل ہوا، تواُن لوگوں کو یہ جواب ہے کہ ہاتھ اُٹھانا ہر وقت دعائے برکت کے وقت، بموجب(مطابق) حدیثِ ابو داؤد، سنت ہے۔ اس لیے کہ جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح(واضح) فرمایاہے کہ جس وقت تم اللہ سے سوال کرو، سیدھی ہتھیلیوں سے کرو۔ اور یہاں بھی اللہ سے طعام پر برکت کا سوال ہے۔ نیز بروایت ابو داؤد و نُسائی وارد ہے کہ سوال اس کو کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اپنے کندھوں یا قریبِ کندھوں تک اٹھائے جائیں، چنانچہ وہ حدیث یہ ہے: "عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حِذْوَ مُنْكَبَيْكَ أَوْ نَحْوَهُمَا"[16]

یعنی ہاتھ اُٹھانا سوال کرنے کے وقت میں برابر یا قریب کندھوں کے، سوال کے آداب

میں سے ہے اور نیز بروایتِ ترمذی وارد ہے:

عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ إِبْطُهُ يَسْأَلُ اللهَ مَسْأَلَةً إِلَّا آتَاهَا إِيَّاهُ"[17]

یعنی نہیں ہے کوئی بندہ جو سوال کے وقت میں یہاں تک ہاتھ اٹھاوے کہ بغلیں اُس کی ظاہر ہوویں، مگر اللہ اس کا سوال پورا کرے گا۔

اور نیز بروایتِ ترمذی حدیثِ مرفوع وارد ہے کہ جس وقت بندہ اپنے خدا کی طرف ہاتھ اٹھاوے، اللہ کو حیا آجاتی ہے کہ اُس کے ہاتھوں کو خالی چھوڑے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے: "إِنَّ اللهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ رَجُلٌ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَيْنِ"[18] اور نیز بعضی روایتوں میں وارد ہے: "كانَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرفعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعاءِ حَتَّى يَرَى بَياضَ إِبْطَيْهِ"[19]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے دعاء کے وقت میں، یہاں تک کہ ظاہر ہوتی تھی سفیدی دونوں بغلوں مبارک آپ کی۔

فائدہ:۔ اِن سب حدیثوں میں ہاتھ اٹھانا، دعا اور سوال کے وقت میں عموماً ثابت ہے اور حضور ﷺ نے کسی وقت کی تخصیص نہیں فرمائی، ی اور جو تخصیص کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال: یہ مسلّم ہے کہ عوام پر برکت کی دعا کرنا اور طعام کو دعائے برکت کے لیے حاضر کرنا بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے، مگر یہاں یہ طریقہ ہے کہ طعام بوقتِ دعائے اموات کے بھی حاضر ہوتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب: یہ بھی جائز ہے، نہ بدعت۔ اس لیے کہ طعام کا حاضر کرنا صرف دعائے برکت(برکت کی دعا) کے لیے ہے، اور بعد حاضر کرنے طعام کے دعائے برکت کے لیے اگر اموات(مرحومین) کے لیے بھی دعا ہو تو کیا مضائقہ(حرج) ہے؟ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اللہ کے لیے ہجرت کرتے تھے، مگر ہجرت

---

15) (سنن النسائي، كتاب الجمعة، كيف الخطبة، 3/ 188، الحديث: 1578، مكتب المطبوعات الإسلامية حلب الطبعة: الثانية، 1406 هـ/ 1986ء)

16)(سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الوتر، باب الدعاء، 2/ 79، الحديث1489، المكتبة العصرية)

17)(سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب استجابة الدعاء في غير قطيعة رحم، 5/ 543، الحديث3669، دار الكتب العلمية)

18)(سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب في دعاء النبي صلى الله عليه وسلم، 5/ 520، الحديث3556، دار الكتب العلمية)

19)(مسند الإمام أحمد، باقي مسند المكثرين، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، 3/ 259، الحديث13315، دار إحياء التراث العربي، 1414هـ/ 1993م)

کے بعد تجارت اور نکاح وغیرہ بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ جیسے یہ افعال(کام) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت میں خلل انداز(رکاوٹ ڈالنے والے) نہیں تھے، ایسے ہی دعائے اموات(مرحومین کے لیے دعا)طعام کے حاضر ہونے کے بعد کچھ مُضِر(نقصان دہ) نہیں ہے۔اس لیے کہ حاضر کرنا طعام دعائے اموات کے لیے نہیں ہے، بلکہ برکت کے لیے ہے، اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا۔ اور نیز اگر کوئی غسلِ مسنون(سنت غسل) نمازِ جمعہ کے لیے کرکے عطر لگادے اور سفید کپڑے پہنے، مگر پان بھی کھالے، تو پان کھانا ان امورِ مسنون(سنت اعمال) کرنے میں کچھ نقصان نہیں لاتا۔ اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف(انحصار کرنے والا) ہے، جیسی نیت ہو ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔

خاتمہ: سب کو معلوم ہے کہ میت قبر میں پہنچتے ہی کتنے سنگین(مشکل اور سخت) مراحل میں ہوتا ہے۔ اس کا علاج وہاں سوائے اعمالِ صالحہ(نیک اعمال) مع عقائد(درست عقائد) کے، اور کچھ نہیں۔ خدانہ کرے اگر اس کے اپنے اعمالِ صالحہ نہیں تو سوائے عذابِ شدید(سخت عذاب) میں مبتلا ہونے کے کوئی چارہ نہیں(اِلَّا ماشاءَ اللہ)۔ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی غم خواری(ہمدردی) اور غمگساری کے تحت اللہ تعالیٰ سے ایصالِ ثواب(ثواب پہنچانے) کی اجازت قبول کرائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا لقب مرحوم ومغفور(رحمت پانے والی اور بخشش پانے والی) ہے، وہ یوں ہی کہ گنہگار قبور میں گناہ لے کر جائیں گے، تو جب اُٹھیں گے گناہوں سے پاک ہوں گے، اِس لیے کہ مرنے کے بعد بہت لوگ دعا، استغفار، قرآن خوانی، خیرات وصدقات کرتے ہیں۔ پھر حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اسی عالمِ دنیا میں اُن لوگوں(قبر والوں) کے حالات مشاہدہ بھی کرائے گئے تاکہ مرنے والوں کے لیے امتی زیادہ سے زیادہ خیرات وصدقات اور دعائے استغفار کریں۔

چھٹکارا عینی مردہ کی نجات کے واقعات: طعام(کھانا) آگے رکھ کر قرآن پڑھنا اور دعا مانگنا ایک معمولی جھگڑا(اختلاف) ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ میت کو عذاب سے چھڑانا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم(مہربانی اور رحمت) کا مستحق بنانا چاہیے۔ اور ہم تو نہیں جانتے کہ اس غریب(مرحوم) کے ساتھ قبر میں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام تفصیل بتادی ہے کہ فلاں فلاں عمل سے عذابِ قبر وغیرہ وغیرہ سے نجات ملتی ہے، اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایصالِ ثواب سے اسے عذابِ قبر سے نہ صرف نجات نصیب ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے جنت کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اگر ایصالِ ثواب نہیں کروگے تو وہ بدستور(جوں کا توں) عذاب میں مبتلا رہے گا۔ چنانچہ پھر اس کا مشاہدہ بھی کرادیا گیا۔ فقیر نے ایک ضخیم(موٹی اور بڑی) کتاب لکھی "اخبار القبور" یعنی قبر والوں کے حالات کہ انہیں کیا ہو رہا ہے، اور بعض بخشے جاتے ہیں تو کیوں، اور بعض بدستور عذاب میں ہیں تو کیوں؟ یہاں چند نمونے حاضر ہیں:

بیشمار فائدے: ابو محمد سمرقندی نے سورہ اخلاص کے فضائل میں ذکر کیا کہ جس نے قبرستان سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی اور اُس کا ثواب مردوں کو بخش دیا تو مردوں کی تعداد کے مطابق اسے اجر ملے گا۔[20]

فائدہ: سمرقندی کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔

---

[20] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص303، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

قیامت کا فائدہ: ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو قبرستان پر گزرا اور اُس نے سورہ فاتحہ، اخلاص اور التکاثر پڑھی اور پھر یہ دعا مانگی کہ "اے اللہ میں نے جو قرآن پڑھا ہے، اس کا ثواب مومن مرد اور عورت، دونوں کو دینا، تو وہ قبر والے قیامت کے دن اُس کی سفارش کریں گے۔[21]

ثواب کی تقسیم: قاضی ابو بکر بن عبد الباقی انصاری نے سلمہ بن عبید سے روایت کیا، اُنہوں نے کہا کہ عماد مکی نے بتایا کہ "ایک رات میں مکہ کے قبرستان کی طرف چلا گیا اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، تو دیکھا کہ قبروں والے حلقہ در حلقہ کھڑے ہیں، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ قیامت قائم ہو گئی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہاں ہمارے ایک بھائی نے سورہ اخلاص پڑھ کر ہم کو ثواب پہنچایا تو وہ ثواب ہم ایک سال سے تقسیم کر رہے ہیں۔"[22]

گورستان میں قرآن خوانی: عبد العزیز یہ خلال کے ساتھی، انہوں نے روایت کیا کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قبرستان سور یٰسین پڑھی تو اللہ تعالی اُس کی تلاوت سے مردوں کے عذاب میں تخفیف (کمی) فرمادے گا اور پڑھنے والے کو ان کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا، قرطبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کہ "اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو" دو احتمال رکھتی ہے: ۱۔ مرتے وقت ۲۔ قبر پر۔[23]

پہلا قول جمہور (اکثریت) کا ہے اور دوسرا عبد الواحد مقدسی کا اور شوافع علمائے متاخرین میں سے محب طبری نے اس کو عام رکھا۔ غزالی نے "احیاء" میں اور عبد الحق نے احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہوئے عاقبت میں بیان کیا کہ "جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ، مُعوّذتین اور اخلاص پڑھو اور اُن کا ثواب اَہلِ قبر کو پہنچادو، کیونکہ یہ پہنچتا ہے۔[24] (شرح الصدور)

پڑھنے اور سننے والے اہل قبر کو ثواب: قرطبی نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ پڑھنے کا ثواب پڑھنے والے کو ہے اور میت کو سننے کا ثواب ہے، اِسی لیے تو نصّ قرآنی کے بموجب قرآن کے سننے والے پر رحم ہوتا ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ خدا کے کرم سے کچھ بعید (دور) نہیں کہ وہ پڑھنے اور سننے دونوں کا ثواب مردے کو پہنچادے۔ حنفیوں کے فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جو میت کو مانوس کرنا چاہے تو وہ قبر کے پاس قرآن پڑھے، ورنہ جہاں چاہے پڑھے، کیونکہ خدا ہر جگہ کی قراءت سننے والا ہے۔ اسی لیے ہم اہلِ سنت اموات (مرحومین) کے لیے قبر پر بھی ختم کراتے ہیں اور گھروں میں پڑھ کر ثواب اہلِ قبور (قبر والوں) کو پہنچاتے ہیں۔[25]

---

[21] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص303، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[22] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص304، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[23] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص304، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[24] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص304، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[25] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص304، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

امام قرطبی کا استدلال: علامہ قرطبی رحمہُ اللہ نے کہا کہ ہمارے بعض علماء نے میت کو ثواب پہنچنے پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے ملاحظہ (مشاہدہ) فرمایا کہ دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تر شاخ (سبز ڈالی) منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا لگا دیا، اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی، قبر والوں سے عذاب میں تخفیف (کمی) ہو گی۔[26]

خطابی نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس کے معانی یہ بتائے کہ چیزیں جب تک اپنی اصلیت پر رہتی ہیں، سبز یا تر رہتی ہیں، تو خدا کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے۔ تو مومن اگر قبر کے پاس قرآن پڑھے گا تو کیا حال ہو گا! پھر یہ قبروں کے پاس درخت لگانے میں اصل ہے۔[27]

سبز ٹہنی سے مردے کو فائدہ : ابنِ عساکر نے حماد بن سلمہ کی سند سے روایت کیا کہ ابو بَرزہ اَسلمی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر سے گزرے، قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا، تو آپ نے ایک ٹہنی اُس پر لگا دی اور فرمایا کہ شاید عذاب میں کمی ہو۔[28]

فائدہ: حضور علیہ السلام کا شاید فرمانے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی شک والا معاملہ ہے بلکہ حقیقت پر مبنی ہے آپ یقین کے موقع پر اس طرح تواضُعاً فرما دیا کرتے تھے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرمایا: فَيَقُولُ يَا رَبِّ، أَنَّى لِي؟ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ[29] (مشکوۃ شریف)

یعنی تو وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب میرا درجہ کیونکر بلند ہوا۔ ارشاد ہوا کہ تیرا بیٹا جو تیرے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اُس کے سبب ہے۔

فائدہ: مندرجہ بالا حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ اگر کسی بندے نیک یا کسی عام (عام انسان) کے لیے ایصالِ ثواب یا دعائے بخشش (معافی کی دعا) کی جائے تو اس کے درجات (مقام و مرتبہ) بلند ہو جاتے ہیں، اور اگر گنہگار ہے تو اس سے سختی اور عذاب دور ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر میت کے لیے اور کیا چاہیے! لیکن جسے میت سے دشمنی ہو گی، وہ اس کے روکنے اور بند کرنے کے اسباب (وجوہات) نہیں بنائے گا تو اور کیا کرے گا۔

مکمل نجات: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

---

[26] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص305، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[27] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص305، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[28] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص305، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[29] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص298، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

أمتي أمة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لا ذنوب عليها يمحص عنها باستغفار المؤمنين لها[30]

(شرح الصدور للسيوطي)

ترجمہ: میری امت امتِ مرحومہ ہے، وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کردے گا۔

فائدہ: غور فرمایئے کہ میت کی نجات ہمارے ایصالِ ثواب سے ہوئی۔

عذاب قبر بدستور جب تک خیرات نہ ہوتی: آخر میں صرف ایک واقعہ عرض کردوں کہ جو لوگ اپنے مردوں کو ثواب نہیں بخشتے وہ بدستور عذاب میں مبتلا رہتے ہیں جب تک ثواب نہ بھیجا جائے۔

مردے کا برا حال: فقیہ ابو اللَّیث رحمہُ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے قبرستان میں خواب میں دیکھا کہ تمام اہلِ قبور (قبر والے) قبروں سے نکل کر حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، اُن میں ایک نوجوان میلے کپڑے پہنے مغموم (غمگین) بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد خوانچے (کھانے کے برتن یا ٹرے) آئے اور سب لے کر چلے گئے، اور وہ نوجوان خالی ہاتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بزرگ نے اس سے پوچھا، تو اس نے کہا کہ ان کے عزیزوں نے ان کے لیے تحائف (خیرات اور ثواب وغیرہ) بھیجے، لیکن میں ایک مصیبت کا مارا ہوں۔ میری ماں مجھے حج کے لیے لے آئی، میں یہاں فوت ہوگیا، وہ کہیں نکاح کر چکی ہے اور عیش و عشرت (آرام وخوش حالی) میں ہے، لیکن اُس نے مجھے بھلا دیا۔ کبھی کوئی خیرات اور ثواب وغیرہ نہیں بھیجا۔ بزرگ نے اس کی ماں کا پتہ پوچھا اور وہاں پہنچ کر اس سے اپنے بیٹے کا پوچھا، تو وہ رو پڑی۔ بزرگ نے اس کا حال سنایا، تو بہت پریشان ہوئی اور اعتراف کیا کہ واقعی مجھ سے بھول ہوگئی۔ اب آپ میری طرف سے ہزار درہم اس کے لیے ایصالِ ثواب کریں۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دوسری جمعرات اسی گورستان (قبرستان) میں سویا تو اس نوجوان کو دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے اور نہایت خوش و خرم (خوش حال) ہے، اور میرے پاس آکر خوب دعائیں دیں۔[31] (تنبيه الغافلين ملخّصاً)

فائدہ: یہ وہ فقیہ ابو اللَّیث رحمہُ اللہ ہیں جنہیں ایک لاکھ حدیث حفظ (یاد) تھیں، اور اپنے زمانے میں "امام الہُدیٰ" کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابو یوسف کے چوتھے واسطہ سے شاگرد تھے حنفی المذہب اور بہت بڑے فقیہ تھے۔ اس واقعہ سے وہی عبرت حاصل کرے گا جس کے دل میں درد ہو۔ ورنہ بے درد ظالم کو کیا خبر۔

بہانہ خور را بہانہ بسیار: قبور کے عذابی حالات سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، فقیر کی کتاب "عذابی لوگ" کا مطالعہ کیجئے، اگر ہمارے مختصر سے کام سے اس غریب کا بھلا ہوتا ہے تو ہم اس سے غفلت کیوں کریں؟ منکرین تو ہیں "بہانہ باز" وہ پہلے تو بدعت کی رٹ لگانے سے نہیں تھکتے۔ ہر کارِ ثواب پر روڑے اٹکاتے ہیں۔ بدعت کوئی لاینحل (نہ حل ہونے والا) مسئلہ نہیں کہ سمجھ نہ آسکے۔ صرف بدعت کا بہانہ بنا کر لاکھوں بلکہ بیشمار عذابیوں کو عذاب سے نہ بچنے دینا کونسی اسلامی خدمت ہے۔

---

[30] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر ، فصل في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، ص298إلى 299، دار المعرفة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[31] (تنبيه الغافلين بأحاديث سيد الأنبياء والمرسلين للسمرقندي، باب: فضل الجمعة، ص299، دار ابن كثير، دمشق – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1421 هـ 2000 م)

اہلسنت عوام سے گزارش ہے کہ اِن بہانہ بازوں کی طرف کان نہ دھریں جس طرح بن پڑتا ہے اپنے غریب مسافر مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کیجئے خواہ طعام آگے رکھا ہو یا نہ، ختم شریف پڑھا جائے یا نہ اس کے لیے دعائیں مانگو، استغفار کرو اسی میں اُن کا چھٹکارا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور پاکستان